آہ: پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

تحریر: عبدالرشید عراقی

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

قیس کی موت تنہا ایک آدمی کی موت نہیں، اس کے مرنے سے تو پوری قوم کی عمارت گر پڑی۔
شکوہ اللہ سے ہے، لوگوں سے نہیں، میں دیکھتا ہوں۔ کہ زمین کی آبادیاں جوں کی توں قائم ہیں، اور دوست ہیں، کہ چلے جا رہے ہیں۔
دوستو: موت کے سوا کوئی اور مصیبت ہوتی تو اس کا گلہ اور چارہ سازی بھی ہوتی۔ موت پر کیسا گلہ؟

علمی وادبی حلقوں میں بالعموم اور جماعت اہل حدیث میں بالخصوص یہ خبر حزن وملال کے ساتھ سنی جائے گی، کہ فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب، دعوہ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل اور پبلک لائبریریز پنجاب کے سابق ڈائریکٹر پروفیسر عبدالجبار شاکر ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۹ء کی صبح کو اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں بائی پاس آپریشن کے دوران انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ومغفور یگانہ روز عالم، شیوا بیان مقرر، شعلہ نوا خطیب اور بلند پایہ محقق ومؤرخ، سحر طراز ادیب ونقاد اور مبصر تھے۔ اسلامی تاریخ پر ان کو عبور کامل تھا، اور پھر اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس کا تعلق سیر وسوانح سے ہے وہ تو گویا انہیں از بر تھا پروفیسر صاحب اردو زبان کے مایہ ناز ادیب تھے۔ کئی کالجوں میں تدریسی خدمات انجام دے چکے تھے۔ درس نظامی کے فاضل ہونے کے علاوہ اردو میں ایم اے تھے۔ ایل ایل بی کا امتحان بھی امتیازی نمبروں میں پاس کیا ہوا، اور اقبالیات میں ایم فل تھے، وقت کی تمام علمی ودینی، قومی وقلمی اور سیاسی تحریکوں کے قیام کے پس منظر سے واقف تھے۔ ابتداء میں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کے ساتھ رہے۔

قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل ودماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ شعر وسخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے ادب کا اعلیٰ اور ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ لغت اور قواعد پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ اردو کے بلند پایہ اور فطری انشا پرداز تھے۔ قلم برداشتہ تحریر ان کو عجیب ملکہ حاصل

تھا۔تحریر میں برجستگی،سلاست اور روانی ہوتی تھی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر نے مستقل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، لیکن سینکڑوں کتابوں کے مقدمات، دیباچے اور تعارف لکھے۔ ان کے مقدمات، دیباچے اور تعارف پڑھنے سے ان کے ذوق مطالعہ، علمی تبحر اور وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔

دینی غیرت کے معاملہ میں پروفیسر صاحب ایک زندہ مثال تھے۔حق کے معاملہ میں کسی قسم کی معمولی مداہنت کو بھی وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔حق گوئی اور بیباکی ان کی امتیازی صفت تھی۔مگر لگی لپٹی بات کرنے کے وہ عادی نہ تھے۔ ہمیشہ کھری اور دوٹوک بات کہتے۔ جس بات کو حق سمجھتے۔ اس کو پوری قوت اور زور کے ساتھ پیش کرتے ،اور اسی شدت سے اس پر قائم رہتے ،اور جس بات کو غلط سمجھتے۔

برملا اس کو غلط کہتے اس معاملہ میں کسی عزیز اور دوست کی بھی رعایت نہ کرتے ، اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب کو مداہنت فی الدین سے پاک بنایا تھا۔ یہ ان کی سیرت کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ تملق ومجاملت کی باتوں سے انہیں سخت نفرت تھی۔ وہ اپنی مدح اور ستائش بھی سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی فراست بھی بخشی تھی۔ وہ بڑے مردم شناس تھے۔ پہلی ہی نظر میں انسان کو بھانپ لیتے تھے، کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔

پروفیسر صاحب علمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ نہایت محبوب شخصیت رکھتے تھے۔ جس دوست سے ایک مرتبہ ملے۔ اسے ہمیشہ کیلئے گرویدہ بنا لیا۔ اپنے مسلک اہل حدیث میں بہت متشدد تھے۔ جب تک زندہ رہے۔ اس کی اشاعت وتبلیغ میں کوشاں رہے کتاب دوستی میں ان کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ حبیب پارک متصل منصورہ ملتان روڈ لاہور میں ''بیت الحکمت'' کے نام سے پانچ منزلہ عمارت میں ان کی بہت بڑی لائبریری ہے جس میں بے شمار مخطوطات اور نایاب کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ سیرۃ نبویؐ پر چار ہزار سے زائد کتابیں ہیں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ سے انہیں قلبی تعلق تھا۔ٹھوس اور قیمتی مطالعہ کا ذوق مولانا عطاء اللہ مرحوم ہی سے پایا تھا۔مگر آہ: فرشتہ اجل نے انہیں جلد ہی اپنے دامن میں لے لیا۔

؎ داغ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی ۔۔۔ اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے